امام احمد بن حنبل اور احیائے دین: تاریخی و تجزیاتی مطالعہ

Imam Ahmad bin Hanbal and the Revival of Religion: A Historical and Analytical Study

Maimona Islam [1]
Dr. Kamran Tahir [2]

Abstract:

In the context of preservation of Deen and its preaching, the name of Imam Ahmad bin Hanbal (R.A.) comes right at the top with prominence. Right from the beginning and going through the young age till ripe age, from acquiring knowledge to its impartment every aspect of his life, when it is analyzed; seems some story but this stupendous work is only a part of his life not a whole life. As his practical life is so thorough and exemplary that every bit of his life draws the attention of the followers. In this article I have tried to put some light on each aspect of his life but it was difficult to do so, that's why in particular I remained focused on his scholarly work which was the demand of topic as well as the conciseness. After describing and analyzing this literature his rank among the scholars has been discussed and highlighted through his scholarly work. The thing which makes his rank even more high is that he had not just done compilation of knowledge rather he had stipulated the principles of that knowledge, his "*Musnad"* recognizes this fact very effectively. Along with his mastery in hadith knowledge he was an expert of "*Ilm-e-Jar'h O Tadeel*" infect *Shah Wali ullah* (R.A) consider him one of the masters of this knowledge. Remaining busy in hadith knowledge upto that level he had also devised the principles of "*Fiqh*" and made tremendous efforts to make them implemented. All these things make his scholarly stature very high and put him right at the top.

Keywords: *Preservation, Knowledge, Principles, Scholars, Efforts, Implementation.*

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) ماہر علومِ دینیہ اور مستند عالم با عمل تھے۔ حافظ ابن حجر نے امام احمد بن حنبل کے بارے میں لکھا ہے:

"آپ حدیث، فقہ اور زہد و ورع میں پیشوا ہوئے۔ سند عالی اور علم حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے وطن سے رحلت اختیار کی اور متعدد ممالک کا سفر کیا۔"[3]

مقامی مدارس سے حصول تعلیم کے بعد متعدد ممالک میں جا کر خاص طور پر علم حدیث حاصل کرنا متعدد کتب میں مذکور ہے۔ جبکہ مسند احمد کے مقدمہ میں امام احمد کے تعارف میں یہی مذکور ہے:

---

[1]. Lecturer, Govt. Associate College for Women, Sargodha
[2]. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore

[3]۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، تہذیب التہذیب (بیروت، مکتبہ علمیہ، ۲۰۰۱ء)، ۱/۸۲۔۸۳
Ibn Hajar Asqalānī, al-Ahmad ibn Ali, *Tahzīb al-Tahzīb* (Beirut, al-Maktabah al-Ilmiyyah, 2001), 1:82-83.

"سولہ سال کی عمر علم حدیث کا حصول شروع کر دیا، پھر وہ ایک سال کے لیے کوفہ گئے اور اپنے استاد ہشیم کے ساتھ پابند رہے۔ یہاں تک کہ وہ وفات پاگئے۔ پھر امام صاحب نے بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، جزیرہ اور شام کا سفر کیا۔"[1]

امام احمد بن حنبل نے امام شافعی، قاضی ابو یوسف، عبد الرحمن بن مہدی، ابو داود طیالسی سمیت متعدد کبار شخصیات سے کسب فیض کیا۔ ان میں سے بھی اوّل درجہ ان لوگوں کا ہے جن سے امام احمد نے احادیث لی ہیں اور ان میں اعلیٰ درجہ امام ہیثم کا ہے۔ اور آپ کے بعد کے تقریباً تمام محدثین عظام آپ کے شاگردوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام بخاری، امام مسلم، ابراہیم بن اسحاق، عبد اللہ بن احمد، صالح بن احمد، بشر بن موسیٰ، رجاء بن مرجی، ابو زرعہ دمشقی، ابو حاتم رازی۔ احمد بن محمد، احمد بن محمد بن حجاج، راہویہ، ابو بکر احمد بن زبیر بن حرب، محمد بن احمد بن زبیر حرب۔ الغرض ان شخصیتوں کی فہرست طویل ہے جو امام احمد بن حنبلؒ سے مستفید ہوئے۔

اللہ تعالی نے امام احمد بن حنبلؒ کو ذہانت و متانت اور عقل و فہم کی نعمت سے نوازا تھا، اس میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ امام رازی نے الجرح والتعدیل میں امام شافعی کے حوالہ سے لکھا ہے:

"ما رأيت رجلين اعقل من احمد بن حنبل وسليمان بن داؤد الهاشمی"[2]

"میں نے دو آدمیوں سے زیادہ کسی کو عقل مند نہیں دیکھا امام احمد اور سلیمان بن داؤد۔"

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے۔

"وهو ثقة صدوق كثير الاحاديث۔"[3]

"وہ ثقہ اور صادق ہیں کثیر روایات بیان کی ہیں۔"

یہی نعمتِ خداوندی تھی جسکی وجہ سے امام احمد نہ صرف حدیث میں بلکہ فقہ کے بھی امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ہر طبقہ کے علما و فقہا ان کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ امام صاحب کو بے شمار احادیث یاد تھیں جن کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ اس ذخیرہ احادیث میں سے ہی امام صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب 'المسند' میں ۲۸۱۹۹ احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ اگرچہ ان میں مکررات بھی شامل ہیں۔ علماء و محدثین نے امام احمد کو 'امام فی الحدیث' اور 'حافظِ حدیث' کے القابات سے یاد کیا ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا:

"خرجت من بغداد، وما خلفت بهاافقه ولا ازهد ولااورع ولا اعلم من احمد بن حنبل"[4]

"میں بغداد سے نکلا اور میں نے احمد سے بڑھ کر کوئی فقیہ، زاہد، متقی اور عالم پیچھے نہیں چھوڑا۔"

---

[1] الزرکلی، خیر الدین بن محمود، الاعلام (بیروت: دار صادر، ۱۹۹۹ء) ۲۰۳:۱۔
Khayr al-Dīn al-Ziriklī, *al-Aʿlām* (Beirut: Dār Ṣādir, 1999), 1:203.

[2] ابن حاتم، عبد الرحمان بن محمد، الجرح والتعدیل (بیروت: دار احیاء التراث العربی، الطبعہ الاولی، ۱۲۷۱ھ)، ۲۹۴:۱۔
Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān b. Muḥammad, *al-Jarḥ wa-l-Taʿdīl* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1st ed., 1271 AH), 1:294.

[3] عبد الوہاب الشعرانی، طبقات الکبری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء)، ۱۷۱:۴۔
ʿAbd al-Wahhāb al-Shaʿrānī, *Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1998), 4:171.

[4] ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱: ۳۳۱۔
Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, *Tahdhīb al-Tahdhīb*, 1:331.

تقویٰ اور خشیت الٰہی:

تقویٰ اور خشیت الٰہی ایسی صفات ہیں، اللہ تعالیٰ یہ صفات جس شخص کو ودیعت کرتا ہے، تو اس شخص کی زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے، اس کی زندگی بھی جنت بن جاتی ہے اور آخرت کے انعامات کا تو کوئی حساب نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ولمن خاف مقام ربه جنتان۔"[1]

"اور جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔"

امام احمد اس آیت کے مصداق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر بھی زندگی میں زمانے بھر کی ابتلاء و مصائب کے باوجود طمانیت اور دل کا سکون تقویٰ کی وجہ سے عنایت فرما دیا تھا جبکہ ان کے حق میں آخرت کے انعامات تو بے حساب ہوں گے۔

ابتلاء کے زمانے میں میں جب جان خطرے میں تھی لیکن ایک اللہ کے سوائے کسی کا خوف دل میں نہ تھا ایک دفعہ خلیفہ کے دربار میں لائے گئے اس حال میں کہ بیڑیاں لگی ہوئی تھیں، آپ کے سامنے دو آدمیوں کے سر قلم کر دیے گئے مگر آپ پر ذرا بھی خوف طاری نہ ہوا بلکہ دربار میں ایک امام شافعی کے شاگرد پر نظر پڑی تو اس سے پوچھا کہ تمہیں موزوں کے مسح کے بارے میں امام شافعی کا کوئی قول یاد ہے تو اس سوال سے آپ کا بد ترین دشمن احمد بن ابی داؤد تعجب سے کہنے لگا: اس شخص کو دیکھو جو ضرب شمشیر سے اتنا قریب ہے پھر بھی فقہی مسائل میں الجھا ہوا ہے۔[2]

یہ حال اسی شخص کا ہو سکتا ہے جو صرف تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو۔ امام احمد میں جس قدر اوصاف حمیدہ تھے ان کی بنیاد یا اساس دراصل خوف خدا، تقویٰ اور خشیت الٰہی ہی تھی۔ اس وصف نے ان کے اندر صبر واستقلال، بہادری، جرأت، شجاعت جیسی صفات پیدا کر دی تھیں۔ خدا کا خوف دل میں اس قدر گھر کر گیا تھا کہ دنیا کی جاہ و جلال اور شہرت سے دور بھاگتے تھے۔

امام صاحب کی دنیا سے بے رغبتی:

امام احمد بن حنبلؒ کو زندگی میں دو مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر مصیبت اور امتحان سے ان کو باعافیت کامیاب قائم کیا۔ ایک مسئلہ خلق قرآن کی آزمائش تھی دوسرا مسئلہ دنیا آپ کے قدموں میں رکھ دی گئی حالانکہ بہت سے ہم عصر علماء اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے لیکن امام صاحب نے دنیا کی دولت کو ٹھوکر مار دی۔ امام احمد نے فقر کی جو زندگی اختیار کی، وہ انبیاء کی طرح کا فقر اختیاری تھا جیسا کہ جب حضور ﷺ کو پہاڑ کو سونا بنانے کا اختیار پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔

اسی طرح امام احمد کے سامنے دنیا لائی گئی مگر آپ نے اس کو ٹھکرا دیا۔ اس کی وجہ سے جو عارضی نقصان ہوا اس کو برداشت بھی کر لیا لیکن کسی کے سامنے نہ ہاتھ پھیلا یا نہ کسی سے دنیا کا مال قبول کیا اس میں صالح اور غیر صالح، بادشاہ اور غیر بادشاہ سب برابر تھے۔ وسائل کی کمی کا سامنا بھی امام احمد کو کرنا پڑا اور یہ چیز ان کے عظیم مشن میں رکاوٹ بھی بنتی تھی۔ حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کے حوالہ سے لکھا ہے:

---

[1] ۔الرحمن، ۵۵:۴۶۔ Qurʾān, al-Raḥmān, 55:46.

[2] ۔ابو زہرہ مصری، حیات امام احمد بن حنبل (قاہرہ: دار الفکر العربی)، ۴۶۱۔
Muḥammad Abū Zahrah, *Ḥayāt al-Imām Aḥmad b. Ḥanbal* (Cairo: Dār al-Fikr al-ʿArabī, n.d.), 461.

"وقد كان الخليفه يبعث اليه المائدة فيها اشياء كثيرة من الماء من الانواع وكان احمد لايتناول منها شيئا۔"[1]

"ایک دفعہ خلیفہ نے کئی قسم کی کھانے پینے کی اشیا بھیجیں، لیکن امام احمد نے ان میں سے کچھ نہ کھایاپیا۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ امام رازی نے عبدالرحمن بن صالح کے حوالہ سے لکھاہے کہ جناب عبداللہ نے کہا:

قلت لا بی احمد الدورتی اعطی الف دینار قال:یا بنی ورزق ربک خیروابقی[2]

میں نے اپنے باپ امام احمد سے کہا: دروتی نے ہزار دینار دیئے ہیں۔ انھوں نے کہا: میرے بیٹے! اپنے رب کا رزق کھاؤ جو زیادہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔

ان مثالوں سے ان کی دنیا سے بے رغبتی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ دنیو ی درہم ودینار کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے جبکہ ایک طویل مصیبت ''مسئلہ خلق قرآن'' میں گرفتار ہوئے۔ مامون، معتصم اور واثق کا زمانہ تو ابتلاء و آزمائش کا زمانہ تھا، لیکن جب متوکل کا زمانہ آیا تو سابقہ مظالم کی تلافی کے لئے متوکل نے آپ کے لئے کچھ آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن آپ نے ان سے انکار کیا۔

احیائے دین کے لیے امام صاحب کی جہود:

بطورِ محدث جہود:

امام احمد بن حنبل اپنے زمانے کے عظیم محدث اور لاکھوں حدیثوں کے حافظ تھے اور اکثر لوگوں نے آپ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ آپ کے شاگردوں میں بے شمار محدثین ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر کیا کہ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے عرض کیا:

"آپ ہم سے زیادہ احادیث سے واقف ہیں۔ جب کوئی حدیث صحیح ہو اور آپ کو معلوم ہو تو آپ مجھے بتایا کریں تاکہ میں اس کو اپنا مذہب قرار دیا کروں۔"[3]

جس قدر امام احمد محدث ہیں۔ ان کو اسی طرح جرح وتعدیل کا بھی امام مانا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے حدیث کو لینے کے اصول وضوابط مقرر کئے اور کسی ایسے شخص سے وہ حدیث نہیں لیتے تھے جسے وہ ضعیف یا ناقابل اعتبار سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حیات امام احمد میں لکھا ہے:

"امام احمد نے کسی ایسے شخص سے روایت نہیں لی جو ضعیف ہو یا ضبط و فہم پر دسترس نہ رکھتا ہو جب کسی شخص کے بارے میں یہ یقین ہو جاتا کہ وہ ثقہ ہے تو اسکی روایت کو قبول کر لیتے تھے۔"[4]

[1]-ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ (بیروت: مکتبہ المعارف، س ن)، ۱:۸۲۳۔
Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl b. ʿUmar Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa-l-Nihāyah* (Beirut: Maktabat al-Maʿārif, n.d.), 1:823.

[2]-ابن حاتم، الجرح والتعدیل، ۳۰۳:۱۔
Ibn Abī Ḥātim, *al-Jarḥ wa-l-Taʿdīl*, 1:303.

[3]-شاہ ولی اللہ، احمد بن ابراہیم، حجۃ اللہ البالغہ (بیروت: دار الجیل، ۲۰۰۵ء)، ۳۷:۱۔
Shāh Walī Allāh al-Dihlawī, Aḥmad b. Ibrāhīm, *Ḥujjat Allāh al-Bālighah* (Beirut: Dār al-Jīl, 2005), 1:37.

[4]-ابوزہرہ مصری، حیات احمد بن حنبل، ۱۶۲۔
Muḥammad Abū Zahrah, *Ḥayāt Aḥmad b. Ḥanbal*, 162.

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ امام صاحب نے روایت حدیث میں کس قدر احتیاط برتی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں امام صاحب کو اوّلا اس طبقے میں شمار کیا ہے جنہوں نے جرح وتعدیل پر بے شمار کام کیا ہے۔ جیسا کہ انھوں نے امام احمد کے بارے میں لکھا ہے:

"وهذا الطبقة هى الطراز الاول من طبقات المحدثين فرجع المحققون منهم بعد احكا م فن الرواية و معرفة مراتب الاحاديث الا الفقه فلم يكن عند هم من الرأى ان يجمع على تقليد رجل ممن مضى مع يرون من الاحاديث والاثار المناقضة فى كل مذهب من تلك المذاهب فا خذوا يتتبعون احاديث النبى وآثارالصحابة وّلتابعين۔"[1]

"یہ طبقہ محدثین (جن میں امام احمد کو شمار کیا ہے) فن روایت اور حدیث کو مکمل کرنے کے بعد فقہ کی طرف متوجہ ہوئے گزشتہ کسی ایک کی بھی تقلید نہیں کی جن قواعد کو طے کیا۔ ان کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور صحابہ و تابعین کے آثار کو لیا۔"

اس لحاظ سے امام احمدؒ کا فن اسمائے رجال میں اہم مقام ہے۔

فقہی جہود:

امام احمد بن حنبلؒ جہاں ایک بہت بڑے محدث ہیں وہاں ایک فقہی مسلک کے امام بھی ہیں جسے فقہ حنبلی کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں:

"علم چار آدمیوں کے پاس جمع ہوا سب سے زیادہ فقیہ احمد ہیں۔"[2]

اصحاب احمد میں جہاں بڑے بڑے محدث پیدا ہوئے وہاں بڑے بڑے فقیہ بھی پیدا ہوئے۔ ابن ندیم نے چند لوگوں کا ذکر کیا ہے جو فقہ حنبلی میں ممتاز ہیں اور انھوں نے استنباط مسائل میں حنبلی طریقہ استدلال اور اصول وضوابط کو اختیار کیا ہے۔

ابو بکر احمد بن محمد، ان کی کتاب السنن فى الفقه ہے یہ کتاب مذہب امام احمد کی اساس پر تصنیف لکھی گئی۔ ابر ہیم بن مروزی راھویہ ہیں اکابر اصحاب احمد بن حنبل میں سے ہیں، کتاب السنن فى الفقه ان کی کتاب ہے۔[3]

ان کتابوں کا تعارف فقہ کی کتابوں میں کیا جاتا ہے، جس میں امام احمد کی باقاعدہ فقہ حنبلی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ میں امام احمد کو ید طولی حاصل تھا اور آپ فقہی مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرتے تھے۔ اہل الرائے کی کتب کو یاد بھی کیا اس علم کو سیکھا بھی۔ پسند بھی کیا اور فقہ کو مدون بھی کیا اور کروایا۔ اس کی تکمیل آپ کے خاص شاگردوں نے فرمائی۔ ہر صدی میں فقہ حنبلی کے آئمہ موجود رہے اور اسی طرح ان کے پیروں کار بھی اگرچہ فقہاء کے طریقہ سے اختلاف کیا اور اپنے اصول خود مرتب کئے۔

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ۸۳۳:۱۔

Shāh Walī Allāh al-Dihlawī, *Ḥujjat Allāh al-Bālighah*, 1:833.

[2] الذہبی، محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، الطبعہ الاولی، ۱۴۱۹ھ)، ۶۱:۱۔

Muḥammad b. Aḥmad al-Dhahabī, *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1st ed., 1419 AH), 1:61.

[3] ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست (بیروت: دار المعرفہ، ۱۹۹۷ء)، ۵۳۳۔

Ibn al-Nadīm, Muḥammad b. Isḥāq, *al-Fahrist* (Beirut: Dār al-Maʻrifah, 1997), 533.

تصنیفی جہود:

امام احمد بن حنبلؒ صاحب تصانیف کثیرہ تھے ۔آپ کی طرف جو تصانیف منسوب ہیں ان کی تفصیل ہے:

کتاب الزھد، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب المنسک الکبیر، کتاب المنسک الصغیر، کتاب حدیث شعبہ، کتاب فضائل الصحابہ، 7۔مناقب صدیق اکبرؓ و حسنینؓ، کتاب الاشربہ، کتاب التاریخ، کتاب التفسیر، المسند، کتاب المسائل، کتاب الفضائل، کتاب الایمان، کتاب الاعتقاد، کتاب مناقب علی بن ابی طالبؓ، کتاب الورع، کتاب الصلوۃ، کتاب السنتہ، کتاب طاعۃ الرسول، کتاب المقدم والموخر فی کتاب اللہ، کتاب العلل، کتاب الرد علی الجہمیہ، کتاب الرد علی من ادعی تناقص القرآن، کتاب الفرائض، مسائل حرب، مسائل صالح، فتاوی احمد بن حنبل، کتاب المناسک۔

امام صاحب کی تمام تصانیف طبع نہیں ہوئیں۔ان کی بہت کم کتابیں طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔

المسند:

مسند احمد امام صاحبؒ کی مشہور اور احادیث کی اہم ترین کتاب ہے۔امام صاحب سولہ سال کی عمر میں علم حدیث کی تحصیل میں مشغول ہو گئے تھے اور اسی زمانے سے جمع روایات کی ابتدا کر دی تھی گویا ۱۸۰ھ سے تصنیف کا آغاز کیا اور اخیر زندگی تک اس میں مشغول رہے۔امام صاحب نے مسند کی ترتیب و تالیف میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیا ہے اور انہوں نے اس کو ساڑھے سات لاکھ سے زائد حدیثوں سے منتخب و مرتب کیا تھا۔امام صاحب کا اپنا بیان ہے:

> "میں نے اس کتاب کو لوگوں کے لئے امام و حجت بنایا ہے تاکہ وہ اختلاف کے وقت اس کی طرف رجوع کر سکیں اگر اس میں ان کو کوئی حدیث مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کسی ایسی حدیث کو صحیح تسلیم نہ کریں جو اس میں موجود نہ ہو۔"[1]

مسند احمد کا شمار ان اہم اور امہات کتب حدیث میں ہوتا ہے جن پر ملت اسلامیہ کا اعتماد و امتیاز رہا ہے اور جن سے محدثین کرام نے ہر زمانہ میں اخذ و استفادہ کیا ہے۔علمائے اسلام نے اس کو اساسی اور بنیادی کتابوں میں شمار کیا ہے اور اس کتاب کو قابل وثوق مرجع قرار دیا ہے۔امام حدیث مولانا عبد الرحمان مبارکپوری(م 1353ھ) مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں کہ:

> "اگر کسی کو تمام کتابوں کی جامع کوئی کتاب مطلوب ہو جس کا مصنف بھی عظیم و برتر ہو تو اسے مسند احمد کا مطالعہ کرنا چاہیے۔"[2]

مسند میں تقریباً ۷۰۰ صحابہ کرامؓ کی روایات ہیں۔روایات کی تعداد تین ہزار بتائی گئی ہے اور ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن احمد کی زوائد کا شمار کر کے ۴۰ ہزار تعداد بتائی گئی۔مسند احمد کی اشاعت کا شمار کا آغاز ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں قاہرہ (مصر) سے ہوا اور مصر کے ایک جید عالم دین احمد عبد الرحمان البنا ساعاتی نے اس کتاب کا بیڑہ اٹھایا۔ان کے حواشی و شرح کے ساتھ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔کتاب کا نام الفتح الربانی رکھا ہے اور شرح کا نام بلوغ الامانی ہے۔

---

[1] اصلاحی، ضیاء الدین، تذکرہ المحدثین (اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ۱۹۹۰ء)، ۱:۱۷۲۔

Ziā-ud-Dīn Iṣlāḥī, *Tadhkirat al-Muḥaddithīn* (Azamgarh: Dār al-Muṣannifīn Shiblī Academy, 1990), 1:172.

[2] مبارکپوری، مولانا عبد الرحمان، مقدمہ تحفۃ الاحوذی (دیوبند: مکتبہ فیصل)، ۹۰۔

ʿAbd al-Raḥmān Mubārakpūrī, *Muqaddimah Tuḥfat al-Aḥwadhī* (Deoband: Maktabah Fayṣal, n.d.), 90.

بہت سے علماء نے مسند احمد کی احادیث کی شرح لکھی۔ بعض نے اختصار کیا۔ بعض نے اس کی غریب احادیث پر کام کیا۔ بعض نے اس کے خصائص پر لکھا اور بعض نے اطراف الحدیث کا کام کیا۔ المسند پر کام کرنے والے علماء کے نام اور ان کی تالیف کچھ یوں ہے:

۱۔ **معجم الصحابه** حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المحب الصامت (م ۷۷۹ھ) نے معجم الصحابہ کے لحاظ سے اس کو مرتب کیا جیسے اطراف کی کتب ہوتی ہیں۔

۲۔ حافظ اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے محب الصامت کی ترتیب سے مسند کو لکھا اور اس کے ساتھ کتب ستہ، مسند البزار، مسند ابی یعلی، معجم الطبرانی الکبیر کا اضافہ کیا اور اسے ترتیب دیا اور اس کا نام **جامع المسانيدوالسنن** رکھا۔

۳۔ **ترتيب المسند** محمد بن عبد الرحمن بن محمد المقدسی المعروف ابن زریق (م ۸۰۳ھ) نے یہ کتاب تدوین کی۔

۴۔ **ترتيب المسند** ابوالحسن علی بن حسین المعروف ابن زکنون نے بھی ترتیب المسند کے نام سے علمی کام کیا۔

۵۔ ابو القاسم علی بن حسن المعروف ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) نے **ترتيب اسماء الصحابه الذين اخرج حديثهم احمد بن حنبل فی المسند** کے نام سے مسند احمد کی علمی خدمت کی۔

۶۔ حافظ شمس الدین محمد بن علی بن حسن بن حمزہ الحسینی (م ۷۶۵ھ) نے **الاكمال بمن فی مسند احمد من الرجال ممن ليس فی تهذيب الكمال** کے نام سے کتاب ترتیب دی۔

۷۔ احمد بن عبد الرحمن الساعاتی نے **الفتح الربانی بترتيب مسند الامام احمد بن حنبل الشيبانی** کے نام سے مسند احمد کی فقہی ترتیب لگائی اور علمی حواشی بھی لکھے۔

۸۔ احمد بن عبد الرحمن الساعاتی نے **بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی** میں مسند احمد پر علمی حواشی لکھے۔

۹۔ احمد بن شاکر نے مسند احمد کی علمی تخریج اور حواشی کا کام کیا اور ساتھ اس کی علمی فہارس بھی تیار کی۔

۱۰۔ ابوالحسن بن عبد الہادی السندی (م ۱۲۳۹ھ) نزیل مدینہ منورہ نے مسند کی شرح لکھی ہے

۱۱۔ زین الدین عمر بن احمد شجاع حلبی نے اس کا اختصار بنام **المعتقد من مسند امام احمد** لکھا۔

۱۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے **المطالب العاليه بزوائد المسانيد الثمانيه** میں نو مسندوں کو جمع کیا اور انہوں نے مسند احمد کے ساتھ ساتھ اس میں کتب ستہ اور مسند احمد پر زوائد درج کیے۔

۱۳۔ علامہ نور الدین ابوالحسن بن ابی بکر الہیثمی (م ۸۰۷ھ) نے **غاية المقصد فی زوائد المسند** میں ان احادیث کو ترتیب دیا ہے جو مسند احمد میں ہیں لیکن صحاح ستہ میں نہیں ہیں گویا مسند احمد میں صحاح ستہ سے زائد ہیں اس کتاب کو فقہی کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے اس میں کل ۴۶ کتب ہیں اور ۱۵۱۵۳ احادیث ہیں۔

۱۴۔ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے **عقود الزبرجد علی مسندالامام احمد** کے نام سے مسند احمد پر کام کیا یہ تعلیق حرف معجم پر مرتب ہے۔ اس میں مسند احمد کی بعض احادیث کے اعراب بیان کیے گئے ہیں۔

۱۵۔ابو موسیٰ المدینی (م ۵۸۱ھ) نے **کتاب خصائص المسند** مرتب کی۔

۱۶ ۔شعیب الارناووط نے ایک جماعت کے ساتھ مل کر **الموسوعة الحديثيه** کے نام سے مسند کی علمی تخریج اور حواشی مرتب کی ہے بعض روایات جو احمد کے اول مطبوع نسخے سے ساقط تھیں ان کو بھی شامل کتاب کیا۔

اصولی مؤقف اور استقلال:

۱۔اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول ذکر کر دینا ہی کافی ہے۔حنبل بن اسحاق نے کہا کہ میں نے امام احمدؒ سے ان احادیث کے بارے میں سوال کیا جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے مثال کے طور پر آپ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتے ہیں۔''؟ توانھوں نے کہا:

"نؤمن بهاونصدق بها ولا نرد شيئا منها، إذا كانت أسانيد صحاحا، ولانرد على رسول الله ﷺقوله ونعلم أن ما جاء به حق۔"[1]

"ہم ان پر ایمان لاتے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان میں سے کسی چیز کو رد نہیں کرتے بشرطیکہ سندیں صحیح ہوں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے قول کو رد نہیں کرتے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں، وہ حق ہے۔"

بہت خوبصورت انداز میں امام صاحب نے اپنے اور سلف صالحین کے نظریے کی وضاحت کی ہے۔

۲۔خلق قرآن پر امام احمد بن حنبلؒ کا اصولی مؤقف و استقلال بھی قابل تقلید ہے۔ امت مسلمہ میں فتنوں کا آغاز سیدنا عثمانؓ کی شہادت سے ہوا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ یہودی لابی کے متحرک ہونے سے امت میں انتشار پھیلا۔سبائیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا اس کے بعد امت متحد نہ ہو سکی اور حالات بد تر سے بد تر ہوتے گئے۔بنو امیہ اور بنو عباس کے باہمی اختلافات نے بھی امت کا شدید نقصان کیا اور اس کے نتیجے میں بہت سارے باطل فرقوں نے جنم لیا۔ جس سے امت کی بے چینی میں اضافہ ہوا۔بنو امیہ کے خاتمے کے بعد جب بنو عباس کا دور آیا تو ایک سیاسی استحکام کی صورت تو پیدا ہو گئی مگر مختلف فرقوں نے سر اُٹھا لیا۔ہارون الرشید کے زمانے میں معتزلہ اور خوارج نے اپنی تحریکی سر گرمیاں جاری رکھیں مگر چھپ کر، کیونکہ ہارون کا معتزلہ سے اختلاف تھا۔اس سے قبل دور بنو امیہ میں جب معتزلہ نے اپنے مذہب اور مسلک کی اشاعت کی کوشش کی تو اس کو سختی سے دبا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے، وہ جعد بن درہم تھا، خالد بن عبداللہ القسری نے اس کو قتل کروا دیا تھا۔[2] لیکن جونہی مامون کا زمانہ آیا، اس تحریک نے عروج پکڑ لیا۔مامون نے حکومتی سطح پر اس مذہب اور مسلک کی حمایت کا اعلان کیا جس سے ان کے حوصلے بلند ہوئے۔اس نے معتزلہ کے علماء کو اپنا وزیر اور مشیر اور جج مقرر کیا۔ معتزلہ مختلف عہدوں پر فائز ہو گئے۔ جس کی وجہ سے علمائے حق کو مشکلات و مصائب کا شدید سامنا کرنا پڑا یہ تحریک مامون، معتصم اور واثق کے زمانہ میں عروج پر تھی جبکہ متوکل کے میں اس

---

[1]۔ذہبی، سیر اعلام النبلاء (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ)، ۱۱: ۴۰۳۔

Muḥammad b. Aḥmad al-Dhahabī, *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, n.d.), 11:403.

[2]۔ محمد ابو زہرہ، حیات امام احمد بن حنبل، ۶۹۔

Muḥammad Abū Zahrah, *Ḥayāt al-Imām Aḥmad b. Ḥanbal*, 69.

تحریک کا زور ٹوٹ گیا۔ فرقہ معتزلہ نے خلق قرآن کا مسئلہ اٹھا کر امت کے علمائے حق کو ایک بڑی آزمائش میں ڈال دیا اس تحریک کے حامی علماء مامون، واثق اور معتصم کے دور میں پیش پیش رہے۔ حکومتی مشینری کے ذریعہ اپنے اس موقف کو پوری امت پر لاگو کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ نے ہر زمانے میں علمائے حق اور رجال اللہ پیدا کئے۔ جنہوں نے باطل کا پورے عزم و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا اور حق کا دفاع کیا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے:

"مامون نے حاکم بغداد کو سات بڑے محدثین کے بارے لکھا کہ ان سے مسئلہ خلق قرآن پر بات کی جائے، لیکن تمام محدثین اپنے موقف پر قائم رہے (کہ قرآن مخلوق نہیں ہے)، ان علماء میں بشر بن ولید اور ابراہیم بن مہدی کو قتل کروادیا گیا، جبکہ باقی چاروں میں سے دو نے اپنی رائے سے رجوع کیا، محمد بن نوح کا انتقال ہو گیا اور اس میدان میں امام احمد تن تنہا رہ گئے۔"[1]

معتصم نے مسئلہ خلق قرآن پر امام احمد پر بہت زیادہ سختی کی کوڑے لگوئے۔ تین دن تک مسلسل آپ کو دربار میں بلا کر مناظرہ کرواتا، ترغیب دیتا، رعب ڈالتا، متعدد ذرائع اختیار کرنے کے بعد معتصم نے ایک بار آپ کو اتنے کوڑے لگوائے کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ بے شک اس طرح کی آزمائش سے نکلنا خدا کی توفیق اور مدد کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، مگر تاریخ میں ایسے لوگ کم ہی ملتے جنہوں نے اپنی جان کی پرواکیے بغیر اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر دیا اور اللہ تعالی کے اس فرمان (وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ[2]) کے مصداق ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر امام احمد یہ اتنی بڑی قربانی نہ دیتے تو امت میں قرآن کریم کے حوالے سے ایک انتشار پھیل جاتا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسی کے بارے ''کلمہ'' اور ''روح'' کی بحث چھیڑ کہ انتشار پیدا کیا، دراصل معتزلہ یہی چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں قرآن کو مخلوق کہہ کر اس بحث کو چھیڑا جائے کہ قرآن قدیم ہے یا حادث۔ اللہ تعالی نے امام احمد کی اس قربانی کے ذریعے امت کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچالیا۔ امام احمد کے متعلق بشر بن حارث نے کہا:

"امام احمد کو بھٹی میں ڈالا گیا اور آپ کندن بن کے نکلے۔"[3]

امام علی بن مدینی نے مزید کہا:

"اللہ تعالٰی نے دین کے غلبہ کا کام دو شخصوں سے لیا ہے، تیسرا کوئی ان کا ہمسر نہیں ہے، فتنہ ارتداد پر سیدنا ابو بکرؓ سے اور فتنہ خلق قرآن کے موقع پر امام احمدؒ سے۔"[4]

---

[1]۔عبدالرحمان بن ابی بکر سیوطی، تاریخ الخلفاء (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن)، ۴۲۸-۴۲۹۔

ʿAbd al-Raḥmān b. Abī Bakr al-Suyūṭī, *Tārīkh al-Khulafāʾ* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.), 428–429.

[2]۔المائدہ، ۵:۵۴۔

Qurʾān, al-Māʾidah 5:54.

[3]۔ابن حجر، تهذيب التهذيب، ۱:۷۴۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, *Tahdhīb al-Tahdhīb*, 1:74.

[4] ۔ذہبی، کتاب تذکرۃ الحفاظ، ۱:۶۱-۷۱۔

Muḥammad b. Aḥmad al-Dhahabī, *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ*, 1:61–71.

خلاصہ بحث:

احیائے دین اور ابلاغ دین کے باب میں امام احمد بن حنبلؒ کی جہود و مساعی بلاشبہ نمایاں و ممتاز ہیں۔اوائل عمری سے لے کر جوانی، حصول علم اور بعدازاں اس کی اشاعت کے مراحل ہی کا اگر ہم جائزہ لیں تو یہ ایک بھرپور زندگی کی جانب مشیر ہے لیکن امام صاحبؒ کا خاصہ یہ ہے کہ اتنے بھرپور علمی کام بھی آپ کی زندگی کا ایک جزو ہیں مکمل سوانح حیات نہیں۔کیونکہ آپؒ کی عملی زندگی اس قدر بھرپور اور توانا گزری ہے کہ ہر ایک پہلو قابل توجہ اور باعث عبرت ہے۔لہٰذا اس مضمون میں کوشش تو یہ کی گئی ہے کہ تمام اہم مواقع کی جانب اشارہ کر دیا جائے لیکن ایسا کرنا بہر حال اس مختصر تحریر میں مشکل کام تھا،اس لیے یہاں پر بطور اہتمام آپؒ کی تصنیفی خدمات اور اس ضمن میں آپؒ کے جہود کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو کہ موضوع کا بھی تقاضہ تھا اور اختصار کا بھی۔ان خدمات کے تذکرہ کے بعد ان سے برآمد شدہ نتائج کا جائزہ لیا گیا ہے اور آپؒ کے علمی مقام کو مرتبے کو اجاگر کیا گیا ہے۔
امام صاحبؒ کے علمی مقام کو جو چیز دوچند کرتی ہے وہ یہ کہ آپؒ کا کام صرف جمع تالیف تک محدود نہیں بلکہ امام صاحبؒ نے جس بھی علم کی جانب رجوع فرمایا اس کے اصول مرتب کیے ہیں جس کی واضح مثال آپؒ کا اپنی مسند کے لیے احادیث کے رد و قبول کے اصول ہیں۔ایک عظیم المرتبت محدث ہونے کے ساتھ ساتھ آپؒ علم جرح و تعدیل کے بھی ماہرین میں سے ہیں، بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تو آپ کو علمائے جرح و تعدیل کے اس طبقے میں شمار کیا ہے جن کو جرح و تعدیل کا امام قرار دیا جا سکتا ہے۔
حدیث کے علم کے ساتھ اس درجہ مشغولیت کے باوجود امام صاحبؒ نے فقہ اور اس کے اصول بھی مرتب فرمائے ہیں اور عملی طور پر ان کو رائج کیا اور اس کے نفاذ کے لیے بھرپور مساعی فرمائیں۔ان تمام امور پر نظر کی جائے تو یہ امام صاحبؒ کی اشاعت دین کے لیے جہود اور آپ کے مقام علمی کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔